بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# اداریہ

اشتیاق احمد ظلی

ہر دور کی تہذیب کا اپنا ایک خاص مزاج ہوتا ہے جو اسے دوسرے ادوار کی تہذیبوں سے ممتاز اور ممیز کرتا ہے۔ اس کی اپنی مخصوص اقدار مخصوص نظریات و تصورات، مخصوص رویے اور ترجیحات، مخصوص شناخت، اور سمت سفر ہوتی ہے اور ان کی ترسیل اور تفہیم کے لئے خاص علامات اور اصطلاحات ہوتی ہیں۔ بیسویں صدی کے آخری دہے کے ان آخری سالوں کی تہذیب کا ایک امتیازی نشان جنسی مساوات کا ایک خاص تصور ہے جو قاہرہ اور اب بیجنگ خواتین کانفرنسوں کے بعد عالمی توجہ کا مرکز اور بحث و تحیص کا ایک اہم عنوان بن گیا ہے۔ بے قیدی اور اباحیت کے اس فلسفہ کے مضمرات اور انسانی معاشرہ کے لئے اس کے تباہ کن عواقب و نتائج کے احساس و ادراک کے لئے بہت زیادہ دقت نظر اور ژرف نگاہی کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی ان عوامل کا سمجھنا چنداں مشکل ہے جو اس تحریک کے پیچھے کارفرما ہیں۔ یہ فلسفہ جن خطوط پر انسانی معاشرہ کی تشکیل و تعمیر کرنا چاہتا ہے اس کے تصور سے بھی انسانیت کو حیا آتی ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ مختلف تہذیبوں اور مذاہب میں عورت کو معاشرہ میں وہ مقام نہیں دیا جاتا جس کی وہ بجا طور پر حقدار ہے۔ اس سلسلہ میں بڑے غیر متوازن بلکہ منفی رجحانات کو بالادستی حاصل رہی ہے۔ مثال کے طور پر بائبل کے صفحات سے ابھرنے والی عورت کی شبیہ کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ بائبل کے مطابق ابتدائی گناہ Original Sin جو انسان کی ازلی اور ابدی محرومی اور لعنت کا باعث ہوا اور جس کی تلافی کے لئے عیسائیت نے کفارہ کے تصور کا سہارا لیا، اس کی ذمہ دار عورت تھی جس کے زیر اثر حضرت آدمؑ نے شجر ممنوعہ کا پھل کھایا۔ اس طرح باغِ عدن سے اخراج اور ہبوطِ آدم کا واقعہ دراصل عورت کی وجہ سے پیش آیا۔ چنانچہ اولاد آدم کی سیہ بختی اور محرومی اور وطن اصلی جنّت

سے دوری ومہجوری کی باعث عورت تھی اس لئے وہ برائی کا سرچشمہ اور فساد کی جڑ ہے۔

اس افراط و تفریط کے درمیان صرف اسلام ہی ایک ایسا نظریۂ حیات ہے جو اس سلسلہ میں متوازن اور معتدل نقطۂ نظر اختیار کرتا ہے اور عورت کو حقیقی مساوات سے روشناس کراتا ہے ایسی مساوات جو فطری حدود کا پاس رکھتی ہے اور اسی کے مطابق زندگی کے میدان میں اس کا اپنا الگ اور مستقل کردار اور دائرہ کار متعین کرتی ہے جس میں اسے اپنی صلاحیت اور کارکردگی کے استعمال اور اظہار کا پورا موقع میسر ہوتا ہے احترامِ زن اور حقوق نسواں کی حفاظت وضمانت کا جو انداز و معیار اسلام نے متعین کیا ہے اس کی مثال کسی اور معاشرہ میں نہیں مل سکتی۔ اس اجمال کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ یہاں صرف چند اساسی امور کے ذکر پر اکتفا کیا جائے گا جس سے عورت کے سلسلہ میں اسلام کے بنیادی رویہ کا کسی قدر اندازہ لگایا جاسکے۔

اسلام عورت کے بارے میں کسی ابتدائی گناہ کا تصور نہیں رکھتا جس کے باعث وہ ابدی اور ازلی نحوست ولعنت کی مستوجب قرار پائے۔ اسلام ابتدائی گناہ کے تصور کو تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی یہ مانتا ہے کہ جو غلطی ہبوطِ آدم کا سبب بنی اس کی تحریک عورت کی طرف سے ہوئی تھی۔ اس کے برعکس قرآن مجید میں اس واقعہ کی جو تفصیلات بیان ہوئی ہیں ان سے یہ صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ اس غلطی میں حضرت آدمؑ اور حواؑ دونوں یکساں شریک تھے اور دونوں ہی شیطان کے فریب میں آگئے تھے۔ دونوں کو گناہ کا احساس اور اس پر ندامت ہوئی اور بارگاہ ایزدی سے بازپرس کے جواب میں دونوں پکار اٹھے "اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا"۔ (اعراف: ۲۳) اور رحمت ایزدی نے انھیں اپنے دامن عفو وکرم میں پناہ دی۔ چنانچہ اس عالم آب وگل میں ان کا ورود گناہ کے بوجھ کے ساتھ نہیں ہوا جس سے رستگاری کے لئے کفارہ کے تصور کا سہارا لینے کی ضرورت پڑے بلکہ اب ان کے ساتھ معاملہ اس امتحان گاہِ دنیا میں ان کے اعمال اور معاملات کی روشنی میں کیا جائے گا۔

صاف ظاہر ہے قرآن مجید عورت کے ساتھ کسی ازلی اور ابدی گناہ کا تصور وابستہ نہیں کرتا اور نہ ہی اسے سرچشمہ فساد سمجھتا ہے۔ نوع انسانی کی فطری کمزوریاں مرد وزن دونوں ہی میں یکساں طور پر پائی جاتی ہیں اور ساتھ ہی گناہ کے بعد غلطی کا احساس، اس پر ندامت اور توبہ کی خواہش بھی۔

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ قرآن مجید عمومی احکام ومسائل کے باب میں مرد اور عورت میں کوئی تفریق

نہیں کرتا۔ اس کی دعوت، تعلیمات، اوامر و نواہی اور احکام و ضوابط کے مخاطب اور مکلف یکساں طور پر دونوں ہیں۔ چنانچہ کسی ایک صنف کو مخاطب کرنے کے بجائے تخاطب کے لئے یا ایھا الناس اور یا ایھا الذین آمنوا کے عمومی الفاظ کا استعمال کرتا ہے، سوائے ان احکام کے جو خاص طور سے کسی ایک صنف سے تعلق رکھتے ہوں۔ قرآن مجید ان معاملات کے علاوہ جن کا تعلق مرد و عورت کے فطری امتیازات و خصوصیات اور مخصوص دائرۂ کار سے ہے بحیثیت مومن و مسلم دونوں صنفوں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کرتا۔

پھر اعمال کی جزا و سزا کے باب میں بھی قرآن مجید مرد و زن کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کرتا۔ یکساں اعمال کی جزا و سزا دونوں کے لئے یکساں ہوگی۔ مرد کو مرد ہونے کی حیثیت سے نہ تو ثواب زیادہ ملے گا اور نہ سزا میں کوئی تخفیف ہوگی۔ اسی طرح عورت کو عورت ہونے کی وجہ سے نہ تو ثواب میں کوئی کمی ہوگی اور نہ سزا میں کوئی اضافہ۔ عمل صالح، تقویٰ اور روحانی ارتقا کے لامحدود امکانات دونوں کو یکساں طور پر میسر ہیں۔ اس امتحان گاہ عالم میں جو فرصتِ عمل میسر ہے اس میں اپنے خالق اور اس کے رسولؐ کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے مواقع دونوں کو یکساں طور سے حاصل ہیں۔ اسلام میں عزت و شرف کا مدار نہ تو رنگ و نسل پر منحصر ہے اور نہ کسی مخصوص صنف سے تعلق کی بنا پر بلکہ یہ تمام تر انسان کے اپنے رب سے تعلق کی نوعیت اور تقویٰ پر منحصر ہے۔ اسی وجہ سے دونوں ہی صنف کے نیکوکار آخرت کی کامیابی اور فائز المرامی سے ہم کنار اور وہاں کی ابدی زندگی کی لازوال نعمتوں اور برکتوں سے شادکام ہوں گے۔ "اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو (دنیا میں) بالطف زندگی دیں گے اور (آخرت میں) ان کے اچھے کاموں کے عوض اجر دیں گے۔" (النحل: ۹۷)

اس طرح اسلام مرد کے دوش بدوش عورت کے لئے دنیا اور آخرت کے اعلیٰ ترین مدارج و مراتب تک رسائی کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ اس ارضی زندگی میں دونوں صنفوں کے کردار اور دائرۂ کار کا اختلاف دراصل فطری تقاضوں کی رعایت ہے اور عین رحمت ہے۔ دنیا اگر واقعی عورت کو اس کے حقوق دلانے کے سلسلے میں سنجیدہ ہے تو اسے بالآخر اسلام ہی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ مساوات جنس کا گوہر نایاب کہیں اور دستیاب نہیں ہے۔

۵ فروری ۱۹۹۶ء